ہماری زندگی

پر

عبادتوں کے اثرات

تالیف:

فضیلۃ الشیخ عبد المحسن بن حمد العباد البدر

ترجمہ:

شفاء اللہ الیاس تیمی

نظر ثانی:

سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

بسم الله الرحمن الرحیم

یہ ایک مقالہ ہے جسے فضیلۃ الشیخ عبد المحسن بن حمد العباد البدر نے امریکہ کی ایک اسلامی جمعیت کو خطاب کرتے ہوئے موبائل پرپیش کیا۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وســـيئات أعمالنا، من يهده الله فلامضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله،أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله،فبلغ الرسالة،وأدى الأمانة،ونصح الأمة،اللهم صل وسلم وبارك عليه،وعلى آله وأصحابه،ومن سلك سبيله واهتدى بهديه إلى يوم الدين.

حمد وصلاۃ کے بعد:السلام عليكم و رحمة الله و بركاته،اے امریکن اسلامی بھائیو! میں اللہ سے اپنے اورآپ کے لئے نصرت وحمایت 'راہ راست کی ہدایت اور اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق کی دعا کرتا ہوں۔

میں آپ سے اسی موضوع پر گفتگو کروں گا جس پر آپ نے گفتگو کرنے کی چاہت ظاہر کی ہے، وہ موضوع ہے:" أثر العبادات في حياة المسلم"(مسلمان کی زندگی میں عبادتوں کے اثرات)، میں اپنی بات کا آغاز اس سے کرتا ہوں کہ :عبادت ایسا جامع اسم ہے جو ان تمام ظاہری وباطنی اقوال واعمال کو شامل ہے جن سے اللہ محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے،عبادت کی یہ سب سے بہترین تعریف ہے، عبادت کی بڑی اہمیت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا،رسولوں کو مبعوث کیا،اور کتابیں نازل فرمائی، تاکہ اپنی بندگی کا حکم دے،اور اپنے سوا کی عبادت سے روک دے، چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے:"وماخلقت الجن والإنس إلا ليعبدون"

ترجمہ:میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں.

یعنی اللہ تعالی نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ انہیں اپنی عبادت کا حکم دے اور اپنی معصیت سے منع کرے۔

اللہ مزید فرماتا ہے:ولقد بعثنا في كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت"۔

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

اللہ کا ارشاد ہے: ما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون.

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تم سب میری ہی عبادت کرو.

عبادت کی بہت ساری قسمیں ہیں جیسے کہ خوف کھانا، امید کرنا، بھروسہ کرنا، رغبت وچاہت رکھنا اور خوف کھانا، رجوع کرنا، مدد طلب کرنا، فریاد کرنا، جانور ذبح کرنا، نذرونیاز پیش کرنا اور اس طرح کی دیگر عبادتیں انجام دینا۔

ارکان اسلام بھی عبادتوں میں شمار ہوتے ہیں، اور ارکان اسلام سے مراد وہ امور ہیں جن پر مشہور حدیثِ جبریل مشتمل ہے۔

جب حضرت جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک راستہ (طے کرنے) کی استطاعت ہو تو اس کا حج کرو[1]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

---

(1) اس حدیث کو مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ صحیح مسلم میں کتاب الایمان کی پہلی حدیث ہے، حدیث نمبر (۸)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا(2)۔

نیز عبادت کی قبولیت کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں، پہلی شرط: عمل خالص اللہ کے لیے انجام دیا جائے، دوسری شرط: اس عمل پر اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر ثبت ہو۔

چنانچہ اللہ پاک کے لئے ہر عبادت کو خالص کرنا ضروری ہے، چنانچہ (کسی بھی عبادت میں) اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک نہ کیا جائے، اور عبادت کی کسی بھی قسم کو اللہ سبحانہ وتعالی کے سوا کسی کے لئے انجام نہ دیا جائے، اسی طرح (ہر عبادت میں) اتباع رسول ضروری ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ہی اللہ کی عبادت کی جائے، لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت کا یہی تقاضہ ہے، اس لئے کہ اشھد ان لا إلہ إلا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کا یہی تقاضہ ہے کہ عمل کو صرف اللہ کے لئے خاص کیا جائے، عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لئے انجام نہ دیا جائے، بلکہ تمام تر عبادتیں خالص اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے انجام دی جائیں۔

اور "أشھد أن محمدا رسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) کا یہ تقاضہ ہے کہ عبادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں انجام دیا جائے، خود ساختہ اعمال، نئی نئی ایجادات اور ان بداعمالیوں کے ذریعے اللہ کی عبادت نہ کی جائے، جن کے تعلق سے اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، بلکہ ہر عبادت سنت رسول اور آپ کی تعلیمات کے مطابق ہو۔

---

(2) صحیح بخاری میں کتاب الایمان کے اندر یہ سب سے پہلی حدیث ہے، حدیث نمبر (۸)، نیز یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، حدیث نمبر (۱۹)

گفتگو کا ما حصل یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ عمل کو صرف اللہ کے لئے خاص کیا جائے، اور محمد کی رسالت کی گواہی یہ تقاضہ کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جائے، کسی بھی عمل میں یہ ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہو اور اسے اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق انجام دیا جائے، اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے بایں طور کہ عمل اخلاص اور اتباع رسول سے عاری ہو 'یا دونوں شرطیں بیک وقت مفقود ہوں، تو اس کا عمل رائگاں چلا جائے گا، اور اللہ کے نزیک مقبول نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا"

ترجمہ: اور انہوں نے جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اخلاص کے فقدان کی وجہ سے عمل رد کر دیا جاتا ہے، جس عمل کی بنیاد بدعت پر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کے مردود ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی رسم پیدا کی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہو گی“۔[3]

مسلم کے الفاظ یہ ہیں: ”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے بارے میں ہمارا کوئی فیصلہ نہیں تھا وہ رد ہے“۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: بلاشبہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، چنانچہ ان حالات میں میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا، خلفاء جو اصحاب رشد وہدایت ہیں، سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا، بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا، نئی نئی بدعات واختراعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"[4].

---

(3) بخاری(۲۶۹۷) ، مسلم(۱۷۱۸) ، راوی: عائشہ رضی اللہ عنہا

(4) سنن ابوداود(۴۶۰۷)، سنن ترمذی(۲۶۷۶) ، راوی: عرباض بن ساریہ، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تہتر فرقے والی حدیث میں آپ علیہ الصلاۃ و السلام نے یہ وضاحت کی کہ تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے بہتر (۷۲) جہنمی ہوں گے، جبکہ ایک ہی فرقہ نجات یافتہ ہو گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا کہ نجات پانے والا یہ وہ فرقہ ہو گا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) کے طریقے پر قائم ہو گا۔

امام مالک بن انس (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: اس امت کے آخر فرد کی اصلاح اسی طریقے سے ہو سکتی ہے جس طریقے سے اس امت کے پہلے فرد کی اصلاح ہوئی، آپ (رحمہ اللہ) مزید فرماتے ہیں: جس نے اسلام میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی، جسے وہ نیکی تصور کرے، تو اس نے یہ گمان کیا کہ محمد نے رسالت و نبوت میں خیانت سے کام لیا، اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے: اليوم أكملت لكم دينكم.

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔

چنانچہ جو عمل عہد نبوی میں دین کا حصہ نہیں تھا وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں ہو سکتا (الاعتصام، للشاطبی: ۱/۲۸)

انسان کے لئے یہ کہنا کافی نہیں ہو گا کہ میں تو یہ عمل کروں گا گرچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس لئے کہ میرا قصد و ارادہ پاک اور اچھا ہے، اس (نظریہ کے درست نہ ہونے) کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی شخص نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی) کا جانور ذبح کر دیا ہے، تو آپ نے اس شخص سے کہا: "شاتك شاة لحم"۔

تمہاری بکری تو صرف گوشت کی بکری ٹھہری، یعنی قربانی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ سنت کے مطابق عمل میں نہیں آئی، کیوں کہ سنت یہ ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا جائے، جہاں تک نماز سے پہلے ذبح کرنے کی بات ہے تو یہ قبل از وقت ذبح کرنا ہوا جس کا کوئی اعتبار نہیں[5]۔

اس نظریہ کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحابی رسول عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کچھ لوگوں کے پاس آئے دریں اثنا کہ وہ لوگ مسجد میں حلقہ بنائے بیٹھے تھے، اور ان میں سے ہر کسی کے سامنے کنکریاں پڑی تھیں، ان کے درمیان ایک (مخصوص) آدمی کہتا ہے: سو (١٠٠) دفعہ «سبحان اللہ» کہو، سو (١٠٠) دفعہ «لا الہ الا اللہ» کہو۔ اور سو (١٠٠) دفعہ (اللہ اکبر) کہو، چنانچہ اس ذکر کی ادائگی کے ساتھ وہ کنکریاں گنتے تھے، اور کنکریوں سے اس ذکر کو شمار کرتے تھے، عبد اللہ بن مسعود ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: تم لوگ جو کر رہے ہو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں، ہم ان کے ذریعے تکبیرات، تہلیلات اور تسبیحات کو شمار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: ایسی (نیکیوں کو) برائیاں تصور کرو، میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کسی نیکی کو ضائع نہیں کیا جائے گا (بشرطیکہ وہ نیکی ہو)۔ اے امت محمد! تم تو بہت جلد اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑ گئے ہو، ابھی تک تم میں اصحاب رسول کی بھرپور تعداد موجود ہے، ابھی تک تمہارے نبی کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ان کے برتن ٹوٹے ہیں، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قریب ہی ہے)۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بہتر

---

(5) اس حدیث کو امام بخاری (٥٥٥٦) اور امام مسلم (١٩٦١) نے روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر اس کی شرح میں فتح الباری (١٧/١٠) کے اندر فرماتے ہیں: شیخ ابو محمد بن ابو جمرہ کہتے ہیں کہ اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ عمل گرچہ اچھی نیت کے ساتھ انجام دیا جائے، پھر بھی صحیح نہیں ہو گا جب تک کہ اس عمل کو شریعت کے مطابق انجام نہ دیا جائے۔

دین کو اپنا رکھا ہے یا ضلالت و گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! ہمارا ارادہ تو نیکی کا ہی تھا۔ انہوں نے کہا: کتنے لوگ ہیں جو نیکی کا ارادہ تو کرتے ہیں، لیکن اس تک پہنچ نہیں پاتے [6]۔

جہاں تک عبادات سے مرتب ہونے والے اثرات کی بات ہے تو ان میں سے چند یہ ہیں: عبادت سے شرح صدر اور سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے، رزق میں کشادگی آتی ہے، انسان کو سلامتی ملتی، اطمینان میسر ہوتا اور سکون نصیب ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے اندر بہت سی ایسی آیات اور سنت رسول میں متعدد ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو ان اثرات پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات پر بھی کہ تقوی الہی اور نیک اعمال کی وجہ سے دنیاو آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ عزو جل فرماتا ہے:

ترجمہ: اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے.

اس آیت کریمہ میں جہاں عبادت کا ذکر ہے وہیں اس کے اندر ان اثرات کا بھی تذکرہ ہے جو عبادت کی وجہ سے مسلمان کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

آیت یہ پیغام دیتی ہے کہ جو اللہ کا تقوی اختیار کرے اور اس پر ایمان رکھے تو اللہ اسے اجر سے نوازے گا، دنیوی زندگی میں اسے زرق عطا کرے گا اور اس پر آسمان وزمین کی برکتوں کا دروازہ کھول دے گا، بایں طور کہ اس پر بارش برسائے گا اور زمین سے پودے اور خزانے نکالے گا۔

---

(6) اس اثر کو امام دارمی نے اپنے سنن میں روایت کیا ہے (۶۸،۶۹ /۱) اور علامہ البانی نے اسے سلسلہ صحیحہ میں ذکر کیا ہے (۲۰۰۵)۔

اللہ نے اہل کتاب کے تعلق سے فرمایا:

ترجمہ: اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے.

اس سے مراد وہ روزیاں ہیں جنہیں اللہ بارش کے سبب ان کے اوپر آسمان سے نازل کرتا ہے۔

اسی طرح نیچے سے روزیاں پانے سے مراد وہ پودے اور فصلیں ہیں جنہیں اللہ زمین میں پیدا کرتا ہے، اسی طرح وہ خزانے جنہیں اللہ (زمین) سے نکالتا ہے۔

اللہ نے ان دونوں آیتوں میں بستی والے اور اہل کتاب کے بارے میں جو باتیں ذکر کی ہیں ان سے مراد ایمان و تقوی کے طفیل ملنے والا دنیوی ثواب ہے، جہاں تک متقی مومن کے لئے اخروی ثواب کی بات ہے تو اس کا تذکرہ اللہ نے اپنے اس قول میں کیا ہے:

ترجمہ: اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرمادیتے اور ضرور انہیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔

تقوی اور سیدھی بات عبادت ہے، اس کے بعد اللہ تعالی اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثر کا اپنے اس قول کے ذریعے ذکر کرتا ہے:

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی.

چنانچہ اعمال کی اصلاح اور آخرت میں گناہوں کی بخشش عبادت سے مرتب ہونے والے اثرات ہیں۔

یہ آیت کریمہ ان اثرات پر مشتمل ہے جو دنیاوآخرت میں عبادت کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ دنیامیں اعمال کی اصلاح ہوتی ہے، توفیق اور راہ راست کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ انسان علم وبصیرت کی روشنی میں راہ الٰہی پر گامزن رہتا ہے، اور آخرت میں گناہوں کی بخشش ہوگی اور خطائیں معاف کردی جائیں گی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ترجمہ: جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے ڈرنا اس کی عبادت اور اطاعت ہے بایں طور کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے اور اس کی منہیات سے گریز کیا جائے، اس عبادت سے یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اللہ اسے تنگیوں اور مصائب سے نجات دیتا ہے، اسی طرح اللہ اپنی کی اطاعت کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کردے گا۔

اللہ کا تقوی اختیار کرنے پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تقوی اختیار کرنے والوں کے لئے تمام معالات آسان کر دیتا ہے، اس کے لیے خیر کے راستے ہموار کر دیتا ہے، اوراس کے سامنے دنیاوآخرت کی سعادتوں تک لے جانے والی راہوں کو کھول دیتا ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹادے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔

یہ اخروی ثواب ہے جو اللہ کا تقوی اختیار کرنے پر مرتب ہو تا ہے۔

اللہ عزو جل فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ کا تقوی اختیار کرے گا، اور طاعت الہی اور طاعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی روشنی میں عمل انجام دے گا، اللہ اسے ایسی دلیل وبرہان عطا کرے گا جس کے ذریعہ سے وہ حق وباطل کے مابین فرق کر سکے گا، اور بصیرت وآگہی اور ہدایت ور ہنمائی کی روشنی میں اللہ کی راہ پر گامزن رہے گا۔

یہ دنیا میں مرتب ہونے والے اثرات ہیں۔

جہاں تک آخرت کی بات ہے تو اللہ بد اعمالیوں کی معافی اور گناہوں کی بخشش فرما کر اسے ثواب وجزا سے نوازے گا۔ جیسا اللہ تعالی نے اس آیات کی ابتداء میں فرمایا ہے "اِن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا" ویسے ہی آیتِ دَین کے اخیر

میں بھی فرمایا ہے: "واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ" ، نیز اللہ تعالی نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا.

یہ امور ان اثرات میں سے ہیں جو عبادتوں سے مرتب ہوتے ہیں، یہاں عبادت سے مراد استغفار ہے، اور اس آیت میں استغفار کے جو نتائج بیان کیے گیے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ صاحب استغفار پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا، ان کے مال واولاد میں خوب ترقی دے گا، انہیں باغات سے نوازے گا اور ان کے لئے نہریں جاری کر دے گا۔

اسی آیت کی طرح اللہ نے اپنے اس قول میں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کے تعلق سے بیان فرمایا:

ترجمہ: اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے۔

بعینہ اللہ نے اپنے اس فرمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے بارے میں بھی ذکر کیا:

ترجمہ: یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اسی کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقرر تک اچھا سامان (زندگی) دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقینا نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ایمان اور عمل صالح سے یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اللہ انسان کو ایسی اچھی خوشگوار زندگی عطا ہوتی ہے، جو اللہ کے تقوی، اطاعت الہی اور اطاعت رسول (صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ) سے معمور ہوتی ہے' مزید بر آں اللہ اسے آخرت میں بھی ثواب جزیل سے ہمکنار کرے گا۔

مسلمان کی زندگی میں عبادتوں کے جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کے تعلق سے سنت مطہرہ میں جو باتیں وارد ہوئیں ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وصیت کی جب آپ ان سے گوشگزار ہوئے۔ اس عمدہ اور عظیم وصیت میں یہ (الفاظ) بھی آئے ہیں: احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک (اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤگے)[7]۔

حافظ ابن رجب کی کتاب "جامع العلوم والحکم" کے اندر اس حدیث کی شرح میں بہت ہی نفیس معانی بیان کیے گئیں ہیں، حدیث کے ان جملوں کی وضاحت وبیان کے لئے میں نے اس سے استفادہ کیا ہے، اپنے بندے کی تئیں اللہ کی حفاظت ونگہداشت کے اندر دو چیزیں شامل ہیں: جہاں اللہ اس کے جسم، مال واولاد اور اہل خانہ کی حفاظت کرتا ہے وہیں اللہ اس کے دین کی بھی حفاظت کرتا ہے، اس طور پر کہ وہ گمراہ کن شبہات اور حرام شہوات سے مامون ومحفوظ رہتا ہے، اس بنیاد پر وہ راہ راست اور اپنے دینی ودنیوی معاملے میں راہ استقامت پر قائم رہتا ہے۔ اللہ کی یہ حفاظت

---

(7) اس حدیث کو امام ترمذی (۲۵۱۶) نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے، امام احمد (۲۸۰۳) کے نزدیک یہ حدیث دوسرے الفاظ میں آئی ہے:۔ اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کرو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤگے، اسے خوشحالی میں یاد رکھو، وہ تمہیں پریشانی کی گھڑی میں یاد رکھے گا۔ یہ حدیث اربعین نوویہ کی انیسویں حدیث ہے۔

ایسے شخص کو میسر ہوتی ہے جو اللہ کے (احکام) کی حفاظت کرتا ہے، چنانچہ جب بندہ اللہ کے حدود کی حفاظت کرتا، اس کے اوامر کو بجالاتا اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرتا ہے تو اللہ اسے اس حفاظت کا بدلہ بھی حفاظت سے ہی دیتا ہے، کیونکہ بدلہ عمل کے قبیل سے ہی ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "یحفظک" (اللہ تمہاری حفاظت کرے گا) یہ بدلہ ہے اور یہ ان اثرات میں سے ایک ہے جو عمل صالح سے مرتب ہوتے ہیں، اور یہ بدلہ عمل کے قبیل سے ہی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "احفظ اللہ تجدہ تجاھک" (اللہ کی حفاظت کرو، اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے) یعنی تم اللہ کو اپنے روبرو محسوس کروگے، چنانچہ وہ تمہاری دیکھ بھال اور نگرانی کرے گا، اور ہر طرح کی برائی سے تمہیں محفوظ رکھے گا، اور آپ علیہ السلام کے قول "تعرف إلیہ فی الرخاء یعرفک في الشدة" (تم اسے خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں پریشانی میں یاد رکھے گا) کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنی خوشحالی اور مالداری کی حالت میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کو لازم جانوگے تو اللہ تمہیں اس شکل میں بدلہ سے نوازے گا کہ پریشانیوں اور مصیبتوں کے حالات میں تمہاری حفاظت ونگہبانی فرمائے گا۔

سابقہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص حالت فراخی میں اللہ کو یاد رکھتا ہے اللہ اسے تنگی اور پریشانی کے ایام میں یاد رکھتا ہے، جیسا کہ ان تین اشخاص کے قصے میں یہ بات آئی ہے جن لوگوں نے رات گزارنے کے لیے غار میں پناہ لیا۔

چنانچہ چٹان اوپر سے لڑھک کر نیچے آگیا اور غار کا دروازہ مسدود ہوگیا، اور وہ لوگ غار سے نکلنے سے عاجز ہوگئے، چنانچہ زندہ ہوتے ہوئے بھی وہ قبر میں مدفون کی طرح ہوگئے، وہ اپنے گذرے ہوئے ایام کو یاد کرنے لگے، انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا سبب ہے جس کے طفیل اللہ انہیں ان کو اس مصبیت سے نجات دے سکے، تو انہوں نے ایسے

نیک اعمال پر نظر دوڑائی جو انہوں نے خوش حالی میں اللہ کی خاطر انجام دیا تھا، تاکہ مصیبت کی اس گھڑی میں ان اعمال کے ذریعے اللہ کا وسیلہ اختیار کر سکیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دعا کی، دوسرے نے ارتکاب زنا کی قدرت کے باوجود ترک زنا کو وسیلہ بنا کر دعا کی' جبکہ تیسرے نے اپنے اس مزدور کے حق کی حفاظت اور اس کی نشو ونما کو وسیلہ بنایا جو اجرت لیے بغیر چلا گیا تھا۔

ان میں سے ہر ایک نے ایسے نیک عمل کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دعا کی جسے اس نے اپنی خوش حالی و فارغ البالی کی حالت میں اللہ کے لئے انجام دیا تھا، چنانچہ (ان دعاؤں کے نتیجے میں) اللہ نے ان سے اس چٹان کو ہٹا دیا، اور وہ وہاں سے نکل کر چلنے لگے [8]۔

نیز عبادتوں میں نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کا شمار ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا مسلمان کی زندگی میں اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔

نماز اسلام کا ستون ہے اور وہ برائیوں اور منکرات سے روکتی ہے، نماز بندہ اور اس کے رب کے درمیان مضبوط رشتہ ہے۔ جب انسان مساجد کے اندر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ نمازون کی ادائگی پر ہمیشگی برتا ہے، تو اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے، وہ دن ورات میں ہمیشہ اللہ سے رابطے اور تعلق میں رہتا ہے، وہ پانچ مرتبہ اللہ کی خاطر فرض نمازیں ادا کرتا ہے، اسی طرح نوافل بھی بجالاتا ہے، اللہ اسے ان تمام اعمال کا بدلہ دیتا ہے، اور اسے منکرات و فواحش سے دور کر دیتا ہے، اس لئے کہ اگر وہ کسی گناہ اور نازیبا حرکت کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ وہ نماز کیوں پڑھتا اور کیوں اس پر دوام برتتا ہے؟ وہ نماز پر ہمیشگی اس لیے برتتا ہے کہ

---

[8] ان تین اشخاص کا قصہ صحیح بخاری (۲۲۱۵) اور مسلم میں (۲۷۴۳) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اسے اللہ کے ثواب کی چاہت اور اس کی سزا کا خوف ہوتا ہے،(ایسا سوچنے کی وجہ سے) اس کی نماز اسے منکرات اور برائیوں سے روکتی ہے، چنانچہ وہ بے حیائی اور برائی سے دور ہو جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: نماز ادا کریں، یقینا نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

پھر اس کے بعد زکاۃ ہے جس پر بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں' یہ نفس کو بخیلی اور لالچ سے پاک کرتی ہے، اس سے مال پاک وصاف ہوتا ہے، یہ مال میں بڑھوتری اور اضافے کا سبب ہوتا ہے، اس کے ذریعہ سماجی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے جسے موجودہ زمانے میں "التکافل الاجتماعی" سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ: جب مال دار لوگ اپنے مال کی زکاۃ نکالتے ہیں اور غریبوں کو دیتے ہیں، تو اس کے ذریعے فقراء کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور انہیں اس حق کے وجہ سے غذا حاصل ہوتی ہے جسے اللہ نے مالداروں کے مالوں میں فرض قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل کی حدیث (جس کی صحت پر اتفاق ہے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آیا ہے:"اگر وہ نماز کو قبول کر لیں تو تم انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان کے اوپر ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لیکر ان کے غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا"۔

زکاۃ نکالنے میں مالداروں کا بڑا فائدہ ہے،(اس سے) ان کے نفوس کی پاکیزگی ہوتی ہے، ان کے مالوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے ثواب کے مستحق ہوتے ہیں، جو خط افلاس کے نیچے زندگی گزارتے ہیں اور جو فاقہ کشی اور پریشانی سے دوچار رہتے ہیں، چنانچہ وہ اس طرح کے صدقہ وخیرات کی وجہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے، اور غربت وافلاس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے مالداروں کے اموال میں زکاۃ کو اس انداز سے فرض کیا ہے کہ محتاج کو فائدہ بھی حاصل ہو جاتا اور مالدار کو نقصان بھی نہیں ہوتا ہے، زکاۃ بہت سارے مال کا ایک معمولی حصہ جسے اللہ نے اپنے فضل واحسان سے (غریبوں

کے لئے مختص کیا ہے)، چنانچہ اللہ نے اس چھوٹے سے حصے کو واجب قرار دیا جس کو نکالنے سے مالدار کو فرق نہیں پڑتا، لیکن ایک ایسے ضرورت مند کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے، جو مفلس ہوتا ہے اور جس کے ہاتھ میں کوئی مال نہیں ہوتا۔

مسکین ومحتاج کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور انہیں صدقات وخیرات دینے پر جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے جس کا تذکرہ صحیح مسلم (۲۹۸۴) کی اس حدیث میں آیا ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

ایک دفعہ ایک شخص زمین کے ایک صحرائی ٹکڑے پر کھڑا تھا۔ اس نے ایک بادل میں آواز سنی: "فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔" وہ بادل ایک جانب بنا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی انڈیل دیا۔ پانی کے بہاؤ والی ندیوں میں سے ایک ندی نے وہ سارا پانی اپنے اندر لے لیا۔ وہ شخص پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا تو وہاں ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنے کدال سے پانی کا رخ (اپنے باغ کی طرف) پھیر رہا ہے۔ اس نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: فلاں، وہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا۔ اس (آدمی) نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! تم نے مجھ سے میرا نام کیوں پوچھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے (کسی کو) یہ کہتے سنا تھا۔ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، تمہارا نام لیا تھا۔ تم اس میں کیا کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا تم نے یہ بات کہہ دی ہے تو میں (تمہیں بتادیتا ہوں) اس باغ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے میں اس پر نظر ڈال کر اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں۔ اور ایک تہائی اسی (باغ کی دیکھ بھال) میں لگا دیتا ہوں۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: اس کا ایک تہائی مسکینوں، سوال کرنے والوں اور مسافر کے لیے مختص کر دیتا ہوں۔

اگر ہم بات کریں روزے کی تو اس پر بھی بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کے نتائج بڑے دیر پا ثابت ہوتے ہیں، اور وہ یہ کہ روزہ ایک ڈھال ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "روزہ ڈھال ہے"[9] ، یعنی روزہ جہنم کے لئے ڈھال ہے، آخرت میں اس سے بچانے والا ' نیز (دنیا میں) معاصی سے روکنے والا ڈھال ہے، کیونکہ روزہ سے خواہشات نفسانی کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے، نفسانی سرکشی پر قدغن لگ جاتا ہے، اور روزہ نفس کے درمیان اور اس درمیان حائل ہو جاتا ہے کہ وہ حرام کام کا ارتکاب کرے، وہ حرام کام جو نعمت و آرائش سے لطف اندوز ہونے کی وجہ سے انجام دیا جاتا ہے، کیونکہ بسا اوقات نفس اس وجہ سے ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جس کا انجام دنیا و آخرت میں بہتر نہیں ہوتا، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت ناپسندیدہ اور تکلیف دہ امور سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوتوں سے گھری ہوئی ہے"[10]۔

جنت کی راہ طاعت الہی اور ترک معاصی پر صبر و تحمل کا تقاضہ کرتی ہے، جب کہ جہنم کا راستہ شہوات سے گھرا ہوا ہے، اگر بندہ ان شہوات سے دوری اختیار کرتا ہے تو وہ سالم و محفوظ رہتا ہے، اگر وہ خواہشات نفس کی پیروی کرے تو ممکن ہے کہ یہ اقدام حرام کاموں میں واقع کر دے، جن کی لذت وقتی ہوتی ہے، لیکن دنیا و آخرت کے اندر اس کا انجام حسرت و ندامت، اور ذلت و رسوائی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (جس کی صحت پر اتفاق ہے) میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو کوئی شادی کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کر لے، یہ نگاہ کو زیادہ جھکانے والی اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا تو وہ روزے کو لازم کر لے، یہ اس کے لیے خواہش کو قابو میں کرنے کا ذریعہ ہے"۔

---

[9] اس حدیث کو امام بخاری (۱۸۹۴) اور امام مسلم (۱۱۵۱) نے روایت کیا ہے۔

[10] اس حدیث کو امام بخاری (۶۴۸۷) اور امام مسلم (۲۸۲۲) نے روایت ہے اور مذکورہ لفظ امام مسلم کا ہے۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے وضاحت کی کہ جب انسان شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے اس میں جلدی کرنی چاہیے، تاکہ وہ خود بھی عفت و پاکدامنی کے ساتھ رہ سکے اور دوسرے کی عفت و پاکدامنی کا بھی سبب بن سکے' اگر وہ شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو علاج نبوی اختیار کرے، جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے، اس علاج کا نام روزہ ہے، یہ روزہ انسان کو معاصی کے ارتکاب سے روکتا اور بچاتا ہے، اس لئے کہ روزہ سے خواہشات نفس کمزور ہو جاتی ہیں اور انسان کے اندر ان امور کی انجام دہی کی قدرت نہیں رہتی جنہیں انجام دینے پر وہ اس حالت میں قدرت رکھتا تھا جب وہ ماکولات و مشروبات جیسی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اکرم (آپ پر صلاۃ وسلام کی برسات ہو) کی جانب سے نوجوانوں کے لئے عمدہ نبوی رہنمائی یہ ہے کہ اگر وہ شادی کے لائق اور قابل ہو تو اس میں پہل کریں، اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے ہوں تو زورہ کے ذریعے اپنے نفس کی سرکشی پر قدغن لگائیں۔

روزہ صاحب ثروت کو بھوک کی تکلیف کا احساس دلاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی مالداری جیسی اللہ کی نعمت کو یاد کرتے ہیں، چنانچہ وہ اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے ایسے بھی بھائی ہیں جو بغیر روزہ کے بھی بھوک کی شدت کو برداشت کرتے ہیں۔ کیوں کہ انہیں کوئی ایسی چیز میسر نہیں ہوتی جس سے وہ اپنی بھوک مٹا سکیں، چنانچہ یہ چیز مالداروں کے اندر یہ تحریک پیدا کرتی ہے کہ وہ مسکین لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور بدحال اور ضروت مند لوگوں کے لئے خرچ کریں۔

جہاں تک حج کی بات ہے تو یہ بھی ایک عظیم عبادت ہے، جسے اللہ نے اپنے بندوں پر زندگی میں ایک بار فرض کیا ہے، یہ عبادت ایسے امور پر مشتمل ہے جن میں سے بعض کا تعلق مال سے ہے اور بعض کا تعلق جسم سے ہے، انسان کی زندگی میں اس عبادت کے بھی اچھے اثرات اور بہترین نتائج مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے مروی ہے: " ایک عمرہ دوسرے عمرے تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان کیے گئے ہوں اور حج مبرور کی جزا تو جنت ہے "[11]۔

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔“ سوال کیا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ”وہ حج جو قبول ہو "[12]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص محض اللہ کے لیے حج کرے، جس میں نہ کسی گناہ کا مرتکب ہو، نہ فحش کام کرے اور نہ ہی فسق وفجور میں مبتلا ہو تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر واپس ہو گا جیسے اسے آج ہی اس کی ماں نے جنم دیا ہو "[13]۔

حج مبرور اس حج کو کہتے جسے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں انجام دے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ انسان حج کے بعد، حج سے پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہو جائے۔ جب حج کے بعد انسان اپنی بری حالت سے اچھی حالت کی طرف یا اچھی حالت سے زیادہ بہتر حالت کی طرف منتقل ہو جائے تو یہ اس کے حج کی قبولیت کی واضح علامت ہے۔

اسی طرح حج وعمرہ کی ادائگی پر یہ بھی مرتب ہوتا ہے کہ بندہ ایسی عبادتوں کے ذریعے اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے جنہیں صرف اسی مقام پر ادا کیا جا سکتا ہے جیسے طواف، کیوں کہ طواف ایک ایسی عبادت ہے جسے اللہ نے اپنے بیت عتیق کے ساتھ مختص فرمایا ہے، جب بندہ مکہ پہنچتا ہے تو بیت عتیق کا طواف کرتا ہے، اور ایسی عبادت کے ذریعے اللہ کا

---

[11] اس حدیث کو امام بخاری (۱۷۷۳) امام مسلم (۱۳۴۹) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[12] اس حدیث کو بھی امام بخاری (۲۶) اور امام مسلم (۸۳) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[13] اس حدیث کو امام بخاری (۱۵۲۱) اور امام مسلم (۱۳۵۰) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تقرب حاصل کرتا ہے کہ اگر وہ مکہ نہیں پہنچ سکتا تو وہ اس عبادت کے ذریعے اللہ کی قربت بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔اس لئے کہ اس عبادت کی ادائگی کعبہ شریف کے ارد گرد ہی ممکن ہے، بندہ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہے اور اس کا احساس رکھنا چاہئے کہ اگر کسی طرح کا طواف روئے زمین کے کسی خطے میں انجام دیا جائے تو اس کا شمار اس طواف میں نہیں ہو گا جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے، بنابریں کعبہ شریف کے علاوہ کسی قبر یا زمین کے کسی خطے کا طواف کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

حج وعمرہ کے ایسے ہی اعمال میں حجر اسود کا بوسہ اور استلام (اسے چھونا)، اور رکن یمانی کا استلام بھی شامل ہے، اللہ نے مسلمانوں کے لیے یہ مشروع نہیں کیا کہ وہ کسی پتھر کو بوسہ دے کر یا اس کا استلام کر کے اس کی قربت حاصل کرے سوائے ان دو مقامات کے، اسی لئے جب عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ وارضاہ) حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا تو فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا تیرے بس میں نہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا"[14]۔

حج وعمرہ پر مرتب ہونے والے اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ جب محرم اپنے کپڑے اتار دیتا ہے اور ایک ازار اور چادر میں ملبوس ہو جاتا ہے، جس میں امیر وغریب سب برابر ہوتے ہیں، تو وہ اس لباس کے ذریعہ موت کے بعد پہنایا جانے والا لباسِ کفن کو یاد کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ایسے نیک اعمال کے ذریعے موت کی تیاری شروع کر دیتا ہے جو بہترین زاد راہ ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالی کا ڈر ہے۔

---

[14] اس حدیث کو امام بخاری (۱۵۹۷) اور امام مسلم (۱۲۷۰) نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح حج کے اچھے اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ عرفہ میں حاجیوں کا اجتماع یہ یاد دہانی کراتا ہے کہ قیامت کے دن بھی پیشگی کے وقت (میدان حشر میں) لوگوں کا اجتماع ہوگا، چنانچہ یہ چیز اس بات کے لئے محرک ثابت ہوجاتی ہے کہ اعمال صالحہ کرکے اس دن کی تیاری کی جائے۔

حج میں مشرق ومغرب کے مسلمان باہم ملتے ہیں، چنانچہ حجاج کے درمیان باہمی تعارف ہوتا ہے،ایک دوسرے کے ساتھ نصح وخیر خواہی کرتے ہیں،ایک دوسرے کے احوال وکوائف سے آگاہ ہوتے ہیں، پھر وہ فرحت ومسرت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں،اسی طرح ایک دوسرے کے درد میں بھی شریک ہوتے ہیں،انہیں لائقِ تحسین عمل انجام دینے کی تلقین کرتے ہیں،سب کے سب نیکی وتقوی کے کاموں میں باہمی تعاون کا منظر پیش کرتے ہیں،جیسا کہ اللہ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے۔

گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ یقینا یہ عظیم عبادتیں جنہیں اللہ نے مشروع قرار دیا اور جن پر اپنے دین حنیف کی عمارت قائم کی ہے،ان عبادتوں سے مسلمان کی دنیوی واخری زندگی پر اچھے اور عظیم اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو ایسے اعمال کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو،ہمیں ان حضرات کی صف میں شامل کرے جو باتیں سنتے اور اچھی باتوں کی اتباع کرتے ہیں،نیز اللہ تعالی ہمیں ہدایت کی رہنمائی کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا بنائے۔ یقیناوہ ذات پاک،اور بڑا سخی وفیاض ہے۔

صلى الله وسلم وبارك وأنعم على خير أنبيائه ورسله نبينا وإمامنا وسيدنا محمد بن عبد الله وعلى آله وأصحابه ومن سلك سبيله واهتدى بهداه والحمد لله رب العالمين.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته